مولانا حافظ عبدالرشید ارشد کی وفات

افسوس! ایک طویل اور بھرپور اخلاقی زندگی بسر کرنے کے بعد ہمارے پرانے دوست حافظ عبدالرشید ارشد ۱۷ جنوری ۲۰۰۶ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ و اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

حافظ صاحب کی وفات سے نہ صرف لاہور کی مذہبی زندگی ایک متحرک اور مخلص شخصیت سے محروم ہوگئی ہے، بلکہ دیوبندی فکر سے تعلق رکھنے والے حلقے بھی ایک ایسے آدمی سے محروم ہو گئے ہیں جو ادھر پچاس سال سے بزمِ یاراں میں اخلاص و مروّت کی علامت بنا رہا اور دیوبندی فکر، مذہبی رواداری اور صلح کل کے نظریہ کو آگے بڑھانے اور مذہبی فرقہ واریت اور مجادلہ و مقاتلہ سے اپنا دامن بچاتا رہا۔

مولانا مرحوم سے خاکسار کا تعلق پرانا ہے۔ وہ تقسیمِ ہند سے پہلے ہمارے گاؤں رائے پور (نکودر، جالندھر) کے ایک عربی مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ یہ مدرسہ اپنے اخلاقی اور روحانی کردار کی وجہ سے نہ صرف پنجاب بلکہ دوسرے صوبوں میں ایک مقام رکھتا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ مدرسہ کے اساتذہ (مولانا عبدالعزیز رائے پوری، مفتی محمد فقیر اللہ، مولانا عبداللہ وغیرہ) تھے جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کی معروف روحانی اور علمی شخصیتوں مثلاً مولانا محمود حسن، علامہ سیّد انور شاہ کشمیری، مولانا سیّد اصغر حسین، مولانا سیّد حسین احمد مدنی، جیسے بلند نظر اور بلند کردار لوگوں سے پڑھا تھا اور مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی اور شاہ عبدالقادر رائے پوری جیسے اصحابِ نظر سے فیض پایا تھا۔ یہ علمائے کرام کسبِ حلال اور آخرت میں جواب دہی کا گہرا احساس رکھتے تھے اور اپنے طالب علموں کو بھی اسی کا درس دیتے تھے۔ خاکسار نے

بھی ان لوگوں سے پڑھا تھا۔ اسی لیے حافظ صاحب مرحوم مجھ نامراد سے برابر ملتے رہے۔ خاکسار نے پاکستان کی اجتماعی زندگی کے ہنگاموں میں انہی حضرات کے نقش پا کو اپنانے کی برابر کوشش کی۔ ہر چند جنون کی اس راہ میں بڑے دکھ اٹھانے پڑے لیکن جنون کی راہ نہ چھوڑ سکے۔ ''جنوں میں جتنی بھی گزری بکار گزری ہے : اگرچہ دل پہ خرابی ہزار گزری ہے''

جب ۱۹۶۹ء میں خاکسار دیارِ غیر میں کئی سال بسر کرنے کے بعد واپس لاہور آیا تو وہ بڑی محبت سے ملنے آئے۔ پرانے دوستوں سے ملنے کا اہتمام کیا۔ مرحوم سیّد ابوذر عطاء المنعم بخاری، خیر المدارس جالندھر میں میرے کلاس فیلو تھے۔ حافظ صاحب نے لاہور کے ایک قہوہ خانے میں ہماری ملاقات کا اہتمام کیا۔ شاہ صاحب (سیّد عطاء المنعم بخاری) نے چند لمحوں کے توقف کے بعد اپنے پرانے ساتھی کو پہچان لیا۔ اور اُٹھ کر گلے ملے۔ یہ حافظ صاحب کی محبت کا کرشمہ تھا۔ اس ملاقات کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب ''نقوش و تاثرات'' میں بھی کیا ہے۔ غرضیکہ مولانا سے اس نامراد کا تعلق پرانا ہے۔ یہ ان کے اخلاص ومحبت کی کرامت تھی کہ ان کے دمِ واپسیں تک یہ دوستانہ تعلقات باقی رہے۔ آخری دنوں میں خاکسار اور ڈاکٹر سیّد ریاض الحسن گیلانی ان کی دکان (ناصر باغ) پر ان سے ملتے رہے اور ڈاکٹر گیلانی کے لطائف سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ہر چند وہ سفرِ آخرت کی تیاری کر رہے تھے لیکن ان کا حافظہ پوری طرح سے کام کر رہا تھا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا حافظ صاحب کا تعلق دیوبندی فکر سے تھا۔ اس لیے وہ زندگی بھر علمائے دیوبند کی فکر کا جو عبارت ہے رواداری، میانہ روی، اخلاص اور مروت سے، پرچار کرتے رہے۔ جب بھی اس فکر کے خلاف یورش ہوئی اور اس کی غلط تعبیر وتشریح سے عوام میں اہلِ دیوبند کے خلاف نفرت پھیلائی گئی، اس وقت حافظ صاحب نے متانت کے ساتھ علمائے دیوبند کا دفاع کیا۔ ''علمائے حق'' کے نام سے برصغیر کی معروف مذہبی اور سیاسی شخصیتوں پر کتاب لکھی، وہ مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔ الہلال کے دورِ اوّل کے پرچوں کو دوبارہ شائع کیا اور اس سلسلہ میں ضیاء حکومت کے ایک باذوق وزیر (میر علی احمد تالپور

مداح تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی کی وفات (۱۹۵۷ء) پر مولانا آزاد کا تعزیتی بیان شائع ہوا۔ یہی سیّد حسین احمد مدنی ہیں جن کے بارے میں حضرت عبدالقادر رائے پوری جیسے مردِ قلندر نے فرمایا تھا: ''وقت کی نزاکتوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جب ہم نے اس مردِ مجاہد کی جانب نگاہ کی تو جہاں شیخ مدنی (سیّد حسین احمد) کے قدم تھے، وہاں اپنا سر پڑا ہوا دیکھا۔''

صحیح بات یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی ایک بڑی جماعت نے برصغیر کی اجتماعی زندگی میں ایک مثبت کردار ادا کیا ہے اور مذہبی بنیادوں پر جاگیرداری ثقافت، سرمایہ دارانہ نظام اور رجعت پسند طاقتوں کے خلاف لکھا ہے جو آج اُردو لٹریچر کا قیمتی سرمایہ ہے۔ غرضیکہ مرحوم حافظ صاحب مقدور بھر علمائے دیوبند کی صحت مند اخلاقی اور اجتماعی قدروں کا پرچار کرتے رہے۔ اُنہوں نے اپنے پیچھے ایک بیٹی اور دو بیٹے (محمد سجاد اور محمد حماد) چھوڑے ہیں۔ بیوی چند سال پہلے دُنیا کو خیرباد کہہ چکی تھیں۔ لاہور کے قبرستانِ میانی میں دفن ہیں، مرحوم کو بھی آخری آرام کے لیے قبرستانِ میانی ہی میں جگہ ملی۔

اے ہم نفسانِ محفلِ ما
رفتید ولے نہ از دلِ ما